

# دنیا کے اُس پار

موت کی دینیکھاٹ بچ کر واپس آنے والے لوگوں  
کے تاثرات اور قرآن و حدیث کی روشنی میں نکلا جائزہ

تحریر:

شیخ الاسلام فقیر امجد

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحبِ ظلم

ادارۃ اسلامیات

لاہور — کراچی

## عرض ناشر

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب  
مدظلہم عالم اسلام کی وہ ممتاز علمی شخصیت ہیں جن کی عربی، اردو، انگریزی  
تحریروں سے حمد اللہ عالم اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ سیراب ہو رہا ہے۔

زیر نظر رسالہ بھی ایک اچھوتے موضوع پر ان کا ایک مضمون  
ہے جو مئی ۱۹۹۶ء میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحات پر تین سطروں میں  
شائع ہوا۔ یہ موضوع انوکھا بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ اس مضمون کو محفوظ  
رکھنے کے لئے اب رسالہ کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ اہل  
نظر اس کی قدر کریں گے۔

مضمون کے آخر میں دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے جاری  
ہونے والے ایک فتویٰ کو بھی شامل کر دیا گیا ہے کیونکہ فتویٰ میں مضمون کا  
پورا خلاصہ آسان انداز سے آگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت موصوف مدظلہم کے فیوض کو عام سے عام تر  
فرمائیں اور انہیں اپنی بارگاہ سے جزائے خیر عطا کریں۔ والسلام

اشرف دادراں سلمہم الرحمن  
ادارہ اسلامیات لاہور کراچی

## فہرست

۵	..... مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	۱
۶	..... ڈاکٹر ریمنڈاے سووی کی کتاب	۲
۷	..... مرنے والوں کے عجیب و غریب تاثرات	۳
۱۹	..... ڈاکٹر میلون مورس اور بچوں کے مشاہدات	۴
۲۰	..... ہاسٹر جارج کیلپ کا سروے	۵
۲۱	..... ان مشاہدات کی حقیقت کیا ہے؟	۶
۲۵	..... قرآن کریم میں "توفیٰ" کا لفظ	۷
۲۷	..... جسم اور روح کا تعلق	۸
۲۸	..... نیند بے ہوشی ہو سکتی	۹
۳۰	..... چند قابل لحاظ باتیں	۱۰
۳۲	..... ایک استثناء (سوال)	۱۱
۳۴	..... دارالافتاء دارالعلوم کراچی کا جواب	۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دنیا کے اس پار

(1)

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اس سوال کا قطعی اور یقینی جواب صرف قرآن کریم اور متواتر احادیث ہی سے معلوم ہو سکتا ہے، آج کوئی بھی شخص اپنے مشاہدے کی بنیاد پر اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا اس لئے کہ جو شخص واقعاً موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے وہ پلٹ کر یہاں نہیں آتا۔

کال راکہ خبر شد ، خبرش باز نیاد

لیکن چند سال پہلے ایک کتاب میرے مطالعے میں آئی جس میں کچھ ایسے لوگوں کے دلچسپ تجربات و مشاہدات جمع کئے گئے ہیں جو موت

کی دلہیز تک پہنچ کر واپس آگئے اور انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ انہوں نے موت کے دروازے پر پہنچ کر کیا دیکھا؟ کتاب کا نام Life After Life (زندگی کے بعد زندگی) ہے اور یہ ایک امریکی ڈاکٹر ریمنڈ اے موڈی (Raymond A Moody) کی لکھی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر موڈی اصلاً فلسفے کے پی ایچ ڈی ہیں پھر انہوں نے میڈیکل سائنس کے مختلف شعبوں میں کام کیا ہے، بالخصوص نفسیات اور فلسفہ اور یہ سے انہیں خصوصی شغف ہے، ان صاحب کو سب سے پہلے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر جارج رچی کے بارے میں یہ معلوم ہوا تھا کہ ڈبل نمونیا کے دوران ایک مرحلے پر وہ موت کے بالکل قریب پہنچ گئے اور پھر ڈاکٹروں نے مصنوعی تنفس وغیرہ آخری طریقے (Resuscitation) استعمال کئے جس کے بعد وہ واپس آئے اور صحت مند ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ جب انہیں مردہ سمجھ لیا گیا تھا اس وقت انہوں نے کچھ عجیب و غریب مناظر کا مشاہدہ کیا، ڈاکٹر موڈی کو اس قسم کے چند مزید واقعات علم میں آئے تو انہوں نے اہمیت کے ساتھ ایسے لوگوں کی جستجو اور ان سے ملاقاتیں شروع کیں، یہاں تک کہ تقریباً ڈیڑھ سو افراد سے انٹرویو کے بعد انہوں نے یہ کتاب لکھی، یہ کتاب جب شائع ہوئی تو اس کی تیس لاکھ کاپیاں ایک ہی سال میں فروخت ہو گئیں، ڈاکٹر موڈی نے اس کے بعد بھی اس مسئلے کی

مزید تفتیش جاری رکھی اور اس کے بعد اس موضوع پر مزید کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں سے تین کتابیں میں تین چار سال پہلے امریکہ سے خرید لایا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

Life After Life (1)

The Light Beyond (2)

Reflection on Life After Life (3)

اور جو کچھ میں آگے بیان کر رہا ہوں وہ ان تین کتابوں سے ماخوذ ہے۔ ان تینوں کتابوں میں صرف ان لوگوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں جنہیں بیماری کی انتہائی شدت مردہ (Clinically Dead) قرار دیدیا گیا، لیکن ایسی حالت میں آخری چارہ کار کئے طور پر ڈاکٹر صاحبان دل کی مالش اور مصنوعی تنفس دلانے کی جو کوششیں کرتے ہیں وہ ان پر کامیابی سے آزمائی گئیں اور وہ واپس ہوش میں آگئے۔ ڈاکٹر مودی کا کہنا ہے کہ جن لوگوں سے انہوں نے انٹرویو کیا وہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے تھے اور مختلف جگہوں کے باشندے تھے ان میں سے ہر ایک نے اپنی نظر آنے والی کیفیت کو اپنے اپنے طریقے پر بیان کیا، کسی نے کوئی بات زیادہ کہی، کسی نے کوئی بات کم بتائی، لیکن عین مجموعی جو مشترک باتیں

(Common Elements) ان میں سے تقریباً ہر شخص کے بیان میں موجود تھیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

”ایک شخص مرنے کے قریب ہے اس کی جسمانی حالت ایسی حد پر پہنچ جاتی ہے کہ وہ خود سنتا ہے کہ اس کے ڈاکٹر نے اس کے مردہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اچانک اسے ایک تکلیف دہ سا شور سنائی دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اتھالی تیز رفتاری سے ایک طویل اور اندھیری سرنگ میں جا رہا ہے اس کے بعد اچانک وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے جسم سے باہر آ گیا ہے وہ اپنے ہی جسم کو فاصلے سے ایک تماشائی بن کر دیکھتا ہے اسے نظر آتا ہے کہ وہ خود کسی نمایاں جگہ پر کھڑا ہے اور اس کا جسم جوں کا توں چارپائی پر ہے اور اس کے ڈاکٹر جسم پر جھکے ہوئے اس کے دل کی مالش کر رہے ہیں یا مصنوعی تنفس دینے کی کوشش میں مصروف ہیں، تھوڑی دیر میں وہ اپنے حواس بجا کرنے کی کوششیں کرتا ہے تو اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس نئے حالت میں بھی اس کا ایک جسم ہے، لیکن وہ جسم اس جسم سے بالکل مختلف ہے جو وہ چھوڑ آیا ہے اس کی کیفیات بھی مختلف ہیں اور اس کو حاصل تو تمیں بھی کچھ اور طرح کی ہیں اسی حالت میں کچھ دیر بعد اسے اپنے عزیز اور دوست نظر آتے ہیں جو مر چکے تھے اور پھر اسے ایک نورانی وجود Being of Light نظر آتا ہے جو اس سے یہ کہتا ہے کہ تم

اپنی زندگی کا جائزہ لو، اس کا یہ کہنا ماورائے الفاظ (Nonverbal) ہوتا ہے اور پھر وہ خود اس کے سامنے تیزی سے اس کی زندگی کے تمام اہم واقعات لا کر لن کا نظارہ کراتا ہے ایک مرحلے پر اسے اپنے سامنے کوئی رکاوٹ نظر آتی ہے جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ دنیوی زندگی اور موت کے بعد کی زندگی کے درمیان ایک سرحد ہے اس سرحد کے قریب پہنچ کر اسے پتہ چلتا ہے کہ اسے اب واپس جانا ہے ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا اس کے بعد کسی انجام نے طریقے پر وہ واپس اسی جسم میں لوٹ آتا ہے جو وہ چارپائی پر چھوڑ کر گیا تھا۔ صحت مند ہونے کے بعد وہ اپنی یہ کیفیت دوسروں کو بتانا چاہتا ہے لیکن اول تو اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے اسے تمام انسانی الفاظ ناکافی معلوم ہوتے ہیں دوسرے اگر وہ لوگوں کو یہ باتیں بتائے بھی تو وہ مذاق کرنے لگتے ہیں لہذا وہ خاموش رہتا ہے۔

ڈاکٹر مودی نے ڈیڑھ سو افراد کے انٹرویو کا یہ خلاصہ بیان کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کی ہے کہ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ڈیڑھ سو افراد میں سے ہر شخص نے پوری کہانی اسی ترتیب کے ساتھ بیان کی بلکہ لن کا کہنا یہ ہے کہ کسی نے یہ پوری کہانی بیان کی، کسی نے اس کے کچھ حصے بتائے، کچھ چھوڑ دیئے، کسی کی ترتیب کچھ تھی، کسی کی کچھ اور بلکہ اس بات کو بیان کرنے کے لئے اکثر افراد نے مختلف الفاظ اور مختلف تعبیرات اختیار



کیس۔ اور یہ بات تقریباً ہر شخص نے کہی کہ جو کچھ ہم نے دیکھا ہے اسے لفظوں میں تعبیر کرنا ہمارے لئے سخت مشکل ہے۔

”ایک خاتون نے اپنی اس مشکل کو قدرے فلسفیانہ زبان میں اس

طرح تعبیر کیا“

”میں جب آپ کو یہ سب کچھ بتانا چاہتی ہوں تو میرا ایک

حقیقی مسئلہ یہ ہے کہ جتنے الفاظ مجھے معلوم ہیں وہ سب سہ ابعادی

(Three dimensional) ہیں (یعنی طول و عرض و عمق کے تصورات

میں متعین ہیں) میں نے اب تک جو میٹری میں بیٹھی پڑھا تھا کہ دنیا میں صرف

تین بُعد ہیں لیکن جو کچھ میں نے (مردہ قرار دیئے جانے کے بعد) دیکھا اس

سے پتہ چلا کہ یہاں تین سے زیادہ ابعاد ہیں۔ اسی لئے اس کیفیت کو ٹھیک

ٹھیک بتانا میرے لئے بہت مشکل ہے کیونکہ مجھے اپنے ان مشاہدات کو سہ

ابعادی الفاظ میں بیان کرنا پڑ رہا ہے۔“

یہ کیف! ان مختلف افراد نے جو کیفیات بیان کی ہیں ان میں سے

چند بطور خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک تاریک سرنگ، دوسرے جسم سے

علیحدگی، تیسرے مرے ہوئے رشتہ داروں اور دوستوں کو دیکھنا، چوتھے ایک

نورانی وجود، پانچویں اپنی زندگی کے گزرے ہوئے واقعات کا نظارہ۔ ان تمام

باتوں کی جو تفصیل مختلف افراد نے بیان کی ہے اس کے چند اقتباسات درج ذیل

کا باعث ہوں گے۔

ہدیک مرگ سے گزرنے کے تجربے کو کسی نے یوں تعبیر کیا ہے کہ میں ایک تاریک خلا میں تیر رہا تھا کسی نے کہا ہے کہ یہ ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا اور کسی نے اسے اندھیرے غار کا نام دیا ہے۔ میں اس میں نیچے بیٹھا جا رہا تھا کسی نے اسے ایک کنویں سے تعبیر کیا ہے کسی نے کہا ہے کہ وہ ایک تاریک وادی تھی کوئی کتا ہے کہ میں اندھیرے میں اوپر اٹھتا چلا گیا۔ مگر یہ بات سب نے کہی ہے کہ یہ الفاظ اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے ناکافی ہیں جس مشاہدے کو تمام افراد نے نبوی حیرت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ یہ تھا کہ وہ اپنے جسم سے الگ ہو گئے۔ ایک خاتون جو دل کے دورے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھیں بیان کرتی ہیں کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا دل دھڑکنامند ہو گیا ہے اور میں اپنے جسم سے پھسل کر باہر نکل رہی ہوں پہلے میں فرش پر پھنچی پھر آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگی یہاں تک کہ میں ایک کانڈ کے پرزے کی طرح اڑتی ہوئی چھت سے جا لگی وہاں سے میں صاف دیکھ رہی تھی کہ میرا جسم نیچے بستر پر پڑا ہوا ہے اور ڈاکٹر اور نرسیں اس پر اپنی آخری تدبیریں آزما رہے ہیں ایک نرس نے کہا "اوہ خدا لیا! یہ تو گئی" اور دوسری نرس نے میرے جسم کے منہ سے منہ لگا کر اسے سانس دلانے کی کوشش کی مجھے اس نرس کی گدی پیچھے سے نظر آ رہی تھی اور

اس کے بال مجھے اب تک یاد ہیں، پھر وہ ایک مشین لائے جس نے میرے سینے کو جھٹکے دیئے اور میں اپنے جسم کو اچھلتا دیکھتی رہی، جسم سے باہر آنے کی اس حالت کو بعض افراد نے اس طرح تعبیر کیا ہے کہ ہم ایسے نئے وجود میں آگئے تھے جو جسم نہیں تھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ بھی ایک دوسری قسم کا جسم تھا جو دوسروں کو دیکھ سکتا تھا مگر دوسرے اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس حالت میں بعض افراد نے نظر آنے والے ڈاکٹروں اور نرسوں سے بات کرنے کی بھی کوشش کی مگر وہ ان کی آواز نہ سن سکے اور ہم اس بے وزنی کے عالم میں نہ صرف فضا میں تیرتے رہے بلکہ اگر ہم نے کسی چیز کو چھونے کی کوشش کی تو ہمارا وجود اس شے کے آریا ہو گیا بہت سوں نے یہ بھی بتایا کہ اس حالت میں وقت ساکت ہو گیا تھا اور ہم یہ محسوس کر رہے تھے کہ ہم وقت کی قید سے آزاد ہو چکے ہیں۔

اسی حالت میں کئی افراد نے اپنے سرے ہوئے عزیزوں و دوستوں کو بھی دیکھا اور کچھ لوگوں نے بتایا کہ ہم نے بہت سی پھٹکتی ہوئی روحوں کا مشاہدہ کیا، یہ پھٹکتی ہوئی روحوں انسانی شکل سے ملتی جلتی تھیں، مگر انسانی صورت سے کچھ مختلف بھی تھیں ایک صاحب نے ان کی کچھ تفصیل اس طرح بتائی۔

”ان کا سر نیچے کی طرف جھکا ہوا تھا وہ بہت ٹھنکین اور افسردہ نظر

آتے تھے وہ سب آپس میں ایک دوسرے میں اس طرح پھرتے معلوم ہوتے تھے جیسے زنجیروں میں بندھا ہوا کوئی گروہ ہو، مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے ان کے پاؤں کبھی دیکھے ہوں، مجھے معلوم نہیں وہ کیا تھے، ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے وہ بالکل مست تھے اور ٹیالے نظر آتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ گتھے ہوئے خلا میں چکر لگا رہے ہیں اور انہیں پتہ نہیں کہ انہیں کہاں جانا ہے..... وہ ایک طرف کوچلنا شروع کرتے پھر بائیں کو مڑ جاتے، چند قدم چلتے پھر دائیں کو مڑ جاتے اور کسی بھی طرف جا کر کرتے کچھ نہ تھے، ایسا لگتا تھا کہ وہ کسی چیز کی تلاش میں ہیں مگر کس چیز کی تلاش میں؟ مجھے معلوم نہیں..... ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ خود اپنے بارے میں بھی کوئی علم نہیں رکھتے کہ وہ کون اور کیا ہیں؟ ان کی کوئی شناخت نہیں تھی..... بعض اوقات ایسا بھی محسوس ہوا کہ ان میں سے کوئی کچھ کہنا چاہتا ہے مگر کہ نہیں سکتا....." (Reflection- P&19)

ڈاکٹر مووی نے جتنے لوگوں کا انٹرویو کیا ان کی اکثریت نے اپنے اس تجربے کے دوران ایک نورانی وجود Benig of light کا بھی ضرور ذکر کیا ہے، ان لوگوں کا بیان ہے کہ اسے دیکھ کر یہ بات تو یقینی علوم ہوتی تھی کہ وہ کوئی وجود ہے لیکن اس کا کوئی جسم نہیں تھا، وہ سراسر روشنی ہی روشنی تھی، ابتدا میں وہ روشنی ہلکی معلوم ہوتی لیکن رفتہ رفتہ تیز ہوتی چلی

جاتی لیکن اپنی غیر معمولی تہائی کے باوجود اس سے آنکھیں خیرہ نہیں ہوتی  
تھیں بہت سے لوگوں نے بتایا کہ اس نورانی وجود نے ان سے کہا کہ ”تم اپنی  
زندگی کا جائزہ لو“ بعض نے اس کی کچھ اور باتیں بھی نقل کیں لیکن یہ سب  
لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ اس نورانی وجود نے جو کچھ کہا وہ لفظوں اور آواز  
کے ذریعے نہیں کہا یعنی اس کے کوئی لفظ انہیں سنائی نہیں دیتے بلکہ یہ  
بالکل نرالہ انداز اظہار تھا جس کے ذریعے اس کی باتیں خود خود ہمارے  
خیالات میں منتقل ہو رہی تھیں۔ جن لوگوں نے اس بے جہی کی حالت میں  
ایک ”نورانی وجود“ کو دیکھنے کا ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر کا کہنا یہ ہے کہ اس  
”نورانی وجود“ نے ہم سے ہماری سابق زندگی کے بارے میں کچھ سوال کیا  
سوال کے الفاظ مختلف لوگوں نے مختلف بیان کئے ہیں مگر مفہوم سب کا  
تقریباً یہ ہے کہ ”تمہارے پاس اپنی سابق زندگی میں مجھے دکھانے کے لئے  
کیا چیز ہے۔“

**What do you have to show me**

**that you have done with your life**

پھر ان لوگوں کا بیان ہے کہ اس ”نورانی وجود“ نے ہماری سابق  
زندگی کے واقعات ایک ایک کر کے ہمیں دکھانے شروع کیئے یہ واقعات  
کس طرح دکھائے گئے؟ اس کی تفصیل اور زیادہ دلچسپ ہے لیکن وہ میں

انشاء اللہ اگلے ہفتے بیان کروں گا۔ اور اس کے ساتھ ان واقعات کے بارے میں اپنا تجربہ بھی۔

## (2)

پچھلے ہفتے میں نے امریکہ کے ڈاکٹر مینڈاے مووی کی کتابوں کے حوالے سے ان لوگوں کے کچھ تجربات و مشاہدات ذکر کئے تھے جو کسی شدید بیماری یا حادثے کے نتیجے میں موت کے دروازے تک پہنچ کر واپس آگئے ان میں سے بہت سے لوگوں نے یہ بتایا کہ ایک تاریک مرگ سے گزرنے کے بعد انہیں ایک عجیب و غریب نورانی وجود نظر آیا اس نے ہم سے ہماری پچھلی زندگی کے بارے میں سوال کیا اور پھر اس نے پل بھر میں خود ہی ہمیں ہماری زندگی کے سارے واقعات ایک ایک کر کے دکھائے۔

مثلاً ایک خاتون اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں۔

”جب مجھے وہ نورانی وجود نظر آیا تو اس نے سب سے پہلے مجھ سے

یہ کہا کہ تمہارے پاس اپنی زندگی میں مجھے دکھانے کے لئے کیا ہے؟ اور اس

سوال کے ساتھ ساتھ پچھلی زندگی کے نظارے مجھے نظر آنے شروع

ہو گئے، میں سخت حیران ہوئی کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیونکہ اچانک ایسا لگا کہ میں اپنے جین کے بالکل ابتدائی دور میں پہنچ گئی ہوں اور پھر میری آج تک کی زندگی کے ہر سال کا نظارہ ایک ساتھ میرے سامنے آ گیا..... میں نے دیکھا کہ میں ایک چھوٹی سی لڑکی ہوں اور اپنے کمرے کے قریب ایک چٹھے کے پاس کھیل رہی ہوں اس دور میں بہت سے واقعات جو میری بہن کے ساتھ پیش آئے تھے، مجھے نظر آئے، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ گزرے ہوئے واقعات دیکھے، میں اپنے آپ کو کنڈرگارٹن میں نظر آئی، میں نے وہ کھلونا دیکھا جو مجھے بہت پسند تھا، میں نے اسے توڑ دیا تھا اور وہ تک روٹی رہی تھی، پھر میں گر لڑا سکاؤٹس میں شامل ہو گئی اور گرامر اسکول کے واقعات میرے سامنے آئے لگے..... اسی طرح میں جو نیئر ہائی اسکول سینئر ہائی اسکول اور گر جیویشن کے مراحل سے گذرتی رہی یہاں تک کہ موجودہ دور تک پہنچ گئی۔

تمام واقعات میرے سامنے اسی ترتیب سے آرہے تھے جس ترتیب سے وہ واقع ہوئے اور یہ سب واقعات انتہائی واضح نظر آرہے تھے، مناظر بس اس طرح تھے جیسے تم ڈر ایباہر نکلو اور انہیں دیکھ لو، اب واقعات مکمل طور پر سہ ابعادی (Three dimensional) تھے اور رنگ بھی نظر آرہے تھے، ان میں حرکت تھی، مثلاً جب میں نے اپنے آپ کو کھلونا توڑتے

دیکھا تو میں اس کی تمام حرکتیں دیکھ سکتی تھی۔

جب مجھے یہ مناظر نظر آرہے تھے اس وقت میں اس نورانی وجود کو دیکھ نہیں سکتی تھی، وہ یہ کہتے ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا کہ تم نے کیا کچھ کیا ہے؟ اس کے باوجود میرا احساس یہ تھا کہ وہ وہاں موجود ہے اور وہی یہ مناظر دکھا رہا ہے، ایسا نہیں تھا کہ وہ خود یہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ میں نے اپنی زندگی میں کیا کیا ہے؟ وہ پہلے ہی سے یہ ساری باتیں جانتا تھا، لیکن یہ واقعات میرے سامنے لا کر یہ چاہتا تھا کہ میں انہیں یاد کروں، یہ پورا قصہ ہی بڑا عجیب تھا، میں وہاں موجود تھی، میں واقعات یہ سب مناظر دیکھ رہی تھی اور یہ سارے مناظر انتہائی تیزی سے میرے سامنے آرہے تھے مگر تیزی کے باوجود وہ اتنے آہستہ ضرور تھے کہ ان کا غولٹی اور اک کر سکتی تھی، پھر بھی وقت کا دورانیہ اتنا زیادہ نہ تھا، مجھے یقین نہیں آتا، بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک روشنی آئی اور چلی گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ سب کچھ پانچ منٹ سے بھی کم میں ہو گیا، البتہ غالباً تیس سیکنڈ سے زیادہ وقت لگا ہو گا، لیکن میں آپ کو ٹھیک ٹھیک بتا ہی نہیں سکتی۔“

ایک اور صاحب نے اپنے اس مشاہدے کا ذکر اس طرح کیا  
 ”جب میں اس طویل اندھیری جگہ سے گزر گیا تو اس سرنگ کے آخری  
 سرے پر میرے چہن کے تمام خیالات، بلکہ میری پوری زندگی مجھے وہاں



موجود نظر آئی جو میرے بالکل سامنے روشنی کی طرح چمک رہی تھی، یہ بالکل تصویروں کی طرح نہیں تھی، بلکہ میرا اندازہ ہے کہ وہ خیالات سے زیادہ ملتی جلتی تھی، میں اس کیفیت کو آپ کے سامنے بیان نہیں کر سکتا، مگر یہ بات طے ہے کہ میری ساری زندگی وہاں موجود تھی وہ سب واقعات ایک ساتھ وہاں نظر آرہے تھے میرا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں تھا کہ ایک وقت میں ایک چیز نظر آئے اور دوسرے وقت دوسری، بلکہ ہر چیز ایک وقت نظر آرہی تھی۔ میں وہ چھوٹے چھوٹے بڑے کام بھی دیکھ سکتا تھا جو میں نے کئے تھے اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ کاش میں نے یہ کام نہ کئے ہوتے اور کاش میں واپس جا کر ان کاموں کو منسوخ (undo) کر سکتا۔“

(Life After Life p 69)

جن لوگوں نے اپنے یہ مشاہدات ڈاکٹر مودی کے سامنے بیان کئے ان میں سے بعض نے یہ بھی بتایا کہ اس مشاہدے کے آخری مرحلے پر انہوں نے کوئی ایسی چیز دیکھی جیسے کوئی رکاوٹ ہو، اور یا تو کسی نے کہا یا خود خود ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ ابھی ان کے لئے اس رکاوٹ کو عبور کرنے کا وقت نہیں آیا اور اسی کے معا بعد وہ دوبار اپنے جسم میں واپس آگئے اور معمول کی دنیا کی طرف پلٹ آئے۔ بعض لوگوں نے بتایا کہ یہ رکاوٹ پانی کے ایک جسم کی سی تھی، کسی نے کہا کہ یہ ایک خیالے رنگ کی دھند تھی،

کسی نے اسے دروازے سے تعبیر کیا، کسی نے کہا کہ وہ اس طرح کی ایک باڑھ تھی جو کھیت کے گرد لگا دی جاتی ہے اور کسی نے یہ بھی کہا کہ وہ صرف ایک لکیر تھی۔

ڈاکٹر مودی کی یہ کتاب (Life After Life) سب سے پہلے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی تھی جس میں انہوں نے آٹھ سال تک تقریباً ڈیڑھ سو افراد سے انٹرویو کے نتائج بیان کئے تھے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ابھی ان کی یہ ریسرچ نہ پوری طرح سائنٹفک ثبوت کھلانے کی مستحق ہے، نہ وہ اس قسم کے واقعات کے ذمہ دارانہ اعداد و شمار دینے کی پوزیشن میں ہیں لیکن ان کی اس کتاب نے دوسرے بہت سے ڈاکٹروں کو اس موضوع کی طرف متوجہ کیا اور ان کے بعد بہت سے لوگوں نے اس قسم کے مشاہدات کو اپنا موضوع بنایا اور اس پر مزید کتابیں لکھیں، ان میں سے ایک کتاب ڈاکٹر میلون مورس (Melvin Morse) نے لکھی ہے جو (Closer to the Light) کے نام سے شائع ہوئی ہے یہ صاحبِ چوں کے امراض کے اسپیشلسٹ ہیں۔ اور انہوں نے اس بات کی جستجو شروع کی کہ کیا اس قسم کے مشاہدات چوں کو بھی پیش آتے ہیں؟ ان کا خیال تھا کہ بالغ لوگ اپنے ذہنی تصورات سے مغلوب ہو کر کچھ نظارے دیکھ سکتے ہیں لیکن بچے اس قسم کے تصورات سے خالی الذہن ہوتے ہیں اس لئے اگر

ان میں بھی ان مشاہدات کا ثبوت ملے تو ان نظاروں کی واقعی حیثیت مزید پختہ ہو سکتی ہے چنانچہ اس کتاب میں انہوں نے بتایا ہے کہ بہت سے چوں نے بھی اس قسم کے مشاہدات کئے ہیں اور انہوں نے خود ان چوں سے ملاقات کر کے ان کے بیانات کو مختلف ذرائع سے ٹیسٹ کیا ہے اور انکا اثر یہ ہے کہ ان چوں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ واقعتاً انہوں نے یہ مناظر دیکھے ہیں۔ ۲۳۶ / صفحات پر مشتمل یہ کتاب اسی قسم کے بیانات اور ان کے ساتھ مختلف تجزیے پر مشتمل ہے۔

ایک اور صاحب پالشٹر جارج گیلپ

(Pollster Gearge Gallup) نے پورے امریکہ میں

ایسے لوگوں کا سروے کیا جو اس قسم کے مشاہدات سے گذر چکے تھے ان کے سروے کا چونکا دینے والا خلاصہ یہ ہے کہ امریکہ کی کل آبادی کے تقریباً پانچ فیصد افراد موت کے قریب پہنچ کر اس قسم کے مشاہدات سے گذر چکے ہیں..... ڈاکٹر مووی نے بھی اپنی تحقیق مزید جاری رکھی اور اپنی دوسری کتاب (The Light Beyond) میں انہوں نے لکھا ہے کہ پہلے ڈیڑھ سو افراد کے بعد انہوں نے مزید ایک ہزار افراد سے انٹرویو کیا اور اس کے نتائج بھی کم و بیش وہی تھے البتہ اس دوران بعض افراد نے کچھ نئی باتیں بھی بتائیں مثلاً پہلے ڈیڑھ سو افراد میں سے کسی نے صراحتاً جنت یا دوزخ قسم

کی کسی چیز کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن اس نئی تحقیق کے دوران کئی افراد نے ایک "روشنیوں کے خوبصورت شہر" کا ذکر کیا، بعض نے بڑے خوبصورت باغات دیکھے اور اپنے بیان میں انہیں جنت سے تعبیر کیا بعض افراد نے صاف صاف دونٹ کے مناظر بھی بیان کئے ایک صاحب نے بتایا کہ میں نیچے چلا گیا نیچے اندھیرا تھا لوگ بڑی طرح چیخ چلا رہے تھے وہاں آگ تھی، "وہ لوگ مجھ سے پینے کے لئے پانی مانگ رہے تھے" انٹرویو کرنے والے نے پوچھا کہ "کیا آپ کسی سرنگ کے ذریعے نیچے گئے تھے؟" انہوں نے جواب دیا: "نہیں، وہ سرنگ سے زیادہ بڑی چیز تھی، میں تھرتھاتا ہوا نیچے جا رہا تھا، پوچھا گیا کہ وہاں کتنے آدمی چیخ پکار کر رہے تھے؟ اور ان کے جسم پر کپڑے تھے یا نہیں؟" انہوں نے جواب دیا "کہ وہ اتنے تھے کہ آپ انہیں شمار نہیں کر سکتے میرے خیال میں ایک ملین ضرور ہوں گے اور ان کے جسم پر کپڑے نہیں تھے۔"

(The Light Beyond -26-27)

ان تمام مشاہدات کی حقیقت کیا ہے؟ بعض حضرات کا خیال ہے کہ مغربی ملکوں میں پراسراریت کا شوق ایک جنون (Craze) کی حد تک بڑھتا جا رہا ہے اور یہ کہتا ہیں اسی جنون کا شاخسانہ ہو سکتی ہیں اگرچہ اس احتمال سے بالکلے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا لیکن ۱۹ء کے بعد سے جس طرح

مختلف سنجیدہ حلقوں نے ان واقعات کا نوٹس لیا ہے اور میان پر جس طرح ریسرچ کی گئی ہے اس کے پیش نظر یہ احتمال خاصا بعید ہوتا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر مووی نے اس احتمال پر بھی خاصی تفصیل سے بحث کی ہے کہ جن لوگوں سے انہوں نے انٹرویو کیا وہ بے بنیاد گپ لگانے کے شوقین تو نہیں تھے لیکن بالآخر نتیجہ یہ نکالا ہے کہ اتنے سارے آدمیوں کا جو مختلف علاقوں اور مختلف طبقہ ہائے خیال سے تعلق رکھتے ہیں ایک ہی قسم کی گپ لگانا انتہائی بعید از قیاس ہے۔

بعض ڈاکٹروں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ بعض غشیات اور دواؤں کے استعمال سے بھی اس قسم کی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں جن میں انسان اپنے آپ کو ماحول سے الگ محسوس کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا دماغ جھوٹے تصورات کو مرئی شکل دے دیتا ہے ایسے میں اسے بعض پڑنوب (Hallucinations) نظر آئے نظر آنے لگتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان افراد کو اسی قسم کی کسی کیفیت سے سابقہ پیش آیا ہو لیکن ڈاکٹر مووی نے دونوں قسم کی کیفیات کا الگ الگ تجزیہ کرنے کے بعد یہی رائے ظاہر کی ہے کہ جن لوگوں سے انہوں نے انٹرویو کیا بظاہر ان کے مشاہدات ان پر فریب نظاروں سے مختلف تھے ڈاکٹر میلون مورس نے اس احتمال پر زیادہ سا شکک انداز میں تحقیق کرنے کے بعد اپنا حتمی نتیجہ یہ بتایا ہے کہ یہ مشاہدات

## (Hallucinations) نہیں تھے۔

انہوں نے اس احتمال پر بھی گفتگو کی ہے کہ ان لوگوں کے مذہبی تصورات ان کے ذہن پر اس طرح مسلط تھے کہ بے ہوشی یا خواب کے عالم میں وہی تصورات ایک محسوس واقعے کی شکل میں ان کے سامنے آگئے ڈاکٹر مودی نے اس احتمال کو بھی بعید قرار دیا جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جن لوگوں سے ان کی ملاقات ہوئی ان میں سے بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو مذہب کے قائل نہ تھے یا اس سے اتنے بیگانہ تھے کہ ان پر مذہبی تصورات کی کوئی ایسی چھاپ غالب نہیں آسکتی تھی پھر یہ مشاہدات کیا تھے؟ ان سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اور اس بارے میں قرآن و سنت سے کیا معلوم ہوتا ہے؟

اس موضوع پر انشاء اللہ آئندہ جتنے کچھ عرض کروں گا۔

## (3)

کچھلی دو قسطوں میں 'میں نے ان لوگوں کے بیانات کا خلاصہ ذکر کیا تھا جو موت کے دروازے پر پہنچ کر واپس آگئے' انہوں نے اپنے آپ کو اپنے جسم سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا، ایک ہارک مرنگ سے گذرے، ایک نورانی وجود کا مشاہدہ کیا اور پھر اس نورانی وجود نے ان کے ساتھ ان کی سابقہ زندگی کا پورا نقشہ پیش کر دیا، یہ بات تو واضح ہے کہ ان لوگوں کو موت نہیں آتی تھی اگر موت آگئی ہوتی تو یہ دوبارہ دنیا میں واپس نہ آتے، خود ڈاکٹر مووی جنہوں نے ان لوگوں کے بیانات قلمبند کئے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے موت نہیں دیکھی، البتہ موت کے نزدیک پہنچ کر کچھ عجیب و غریب مناظر ضرور دیکھے، چنانچہ ان مشاہدات کے لئے انہوں نے جو اصطلاح وضع کی ہے وہ ہے (Near-Death Experience) (قریب الموت تجربات) جسے مخفف کر کے وہ N.D.E سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی اصطلاح بعد کے مصنفین نے بھی اپنائی ہے لہذا اگر ان لوگوں کے بیانات کو صحیح مانا لیا جائے..... اور ڈاکٹر مووی کی حتمی رائے یہ ہے کہ اتنے بہت سے

انفراد کو بیک وقت جھٹلانا ان کے لئے آسان نہیں..... تو بھی یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے موت کے بعد پیش آنے والے واقعات کا مشاہدہ نہیں کیا البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ از خود نقلی کے عالم میں انہیں اس جہاں کی کچھ جھلکیاں نظر آئیں جس کا دروازہ موت ہے۔

میڈیکل سائنس چونکہ صرف ان چیزوں پر یقین رکھتی ہے جو آنکھوں سے نظر آجائیں یا دوسرے حواس کے ذریعے محسوس ہو جائیں اس لئے ابھی تک وہ انسانی جسم میں "روح نام" کی کسی چیز کو دریافت نہیں کر سکی اور نہ "روح" کی حقیقت تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے۔ (اور شاید روح کی مکمل حقیقت اسے جیتے جی کبھی معلوم نہ ہو سکے کیونکہ قرآن کریم نے "روح" کے بارے میں لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمادیا ہے کہ "روح" میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے) لیکن قرآن و سنت سے یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے کہ زندگی جسم اور روح کے مضبوط تعلق کا نام ہے اور موت اس تعلق کے ٹوٹ جانے کا۔ اس سلسلے میں یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہم اٹی بول چال میں موت کے لئے جو "وفات" کا لفظ استعمال کرتے ہیں وہ قرآن کریم کے ایک لفظ "توفی" سے ماخوذ ہے قرآن کریم سے پہلے عربی زبان میں یہ لفظ "موت" کے معنی میں استعمال نہیں ہوا تھا عربی



زبان میں موت کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے تقریباً چوبیس الفاظ استعمال ہوتے تھے، لیکن ”وفاة“ یا ”توفی“ کا اس معنی میں کوئی وجود نہ تھا۔ قرآن کریم نے پہلی بار یہ لفظ موت کے لئے استعمال کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت کے عربوں نے موت کے لئے جو الفاظ وضع کئے تھے کہ وہ سب اللہ کے اس عقیدے پر مبنی تھے کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے قرآن کریم نے ”توفی“ کا لفظ استعمال کر کے لطیف انداز میں اللہ کے اس عقیدے کی ترویج کی ”توفی“ کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا وصول کر لینا اور موت کے لئے اس لفظ کو استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ موت کے وقت انسان کی روح کو اس کے جسم سے علیحدہ کر کے واپس بلا لیا جاتا ہے اسی حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے ”سورۃ زمر“ میں قرآن کریم نے ارشاد فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ انسانوں کی موت کے وقت ان کی روہیں قبض کر لیتا ہے اور جو لوگ مرے نہیں ہوتے ان کی روہیں ان کی نیند کی حالت میں واپس لے لیتا ہے وہ پھر جن کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے ان کی روہیں روک لیتا ہے اور دوسری روہوں کو ایک مہینے کے وقت تک چھوڑ دیتا ہے“ (پیشک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔) (سورۃ الزمر - ۴۲) دوسری طرف حضرت آدم علیہ السلام کو زندگی عطا کرنے

کے لئے قرآن کریم نے ان کے اندر "روح پھونکنے" سے تعبیر فرمایا ہے۔  
 قرآن کریم کے ان ارشادات سے یہ بات واضح طور پر معلوم  
 ہوتی ہے کہ زندگی نام ہے جسم کے ساتھ روح کے قوی تعلق کا، جسم کے  
 ساتھ روح کا تعلق جتنا مضبوط ہوگا زندگی کے آثار اتنے ہی زیادہ واضح اور  
 نمایاں ہوں گے اور یہ تعلق جتنا کمزور ہوتا جائے گا زندگی کے آثار اتنے ہی  
 کم ہوتے جائیں گے بیداری کی حالت میں جسم اور روح کا یہ تعلق نہایت  
 مضبوط ہوتا ہے اس لئے اس حالت میں زندگی اپنی بھرپور علامات اور مکمل  
 خواص کے ساتھ موجود ہوتی ہے اس حالت میں انسان کے تمام حواس کام  
 کر رہے ہوتے ہیں اس کے تمام اعضاء اپنے اپنے عمل کے لئے چوکس اور  
 تیار ہوتے ہیں انسان اپنے اختیار کو پوری طرح استعمال کرتا ہے اور اس کے  
 سوچنے سمجھنے پر کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہوتی لیکن نیند کی حالت میں جسم  
 کے ساتھ روح کا تعلق قدرے کمزور پڑ جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ  
 سونے کی حالت میں انسان پر زندگی کی تمام علامتوں کا ظہور نہیں ہوتا وہ  
 اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو جاتا ہے "نیند کی حالت میں وہ اپنے اختیار سے  
 اپنے اعضاء کو استعمال نہیں کر سکتا" اس وقت معمول کے مطابق سوچنے  
 سمجھنے کی پوزیشن میں ہوتا ہے لیکن اس حالت میں بھی روح کا تعلق جسم کے  
 ساتھ اتنا مضبوط ضرور ہوتا ہے کہ اس کے جسم پر وارد ہونے والے واقعات

کا احساس باقی رہتا ہے چنانچہ اگر کوئی شخص اس کے جسم میں سوئی چھو دے تو اس کی تکلیف محسوس کر کے وہ بیدار ہو جاتا ہے۔

خیندے سے بھی آگے ایک اور کیفیت بے ہوشی کی ہے اس کیفیت میں جسم کے ساتھ روح کا رشتہ خیندے کی حالت سے بھی زیادہ کمزور ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ کھل بے ہوشی کی حالت میں انسان کے جسم پر نشتر بھی چلائے جائیں تو اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا اور بے ہوشی کی اس صفت سے فائدہ اٹھا کر اس حالت کو بڑے بڑے آپریشنوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس حالت میں انسان کے جسم سے زندگی کی بیشتر علامات اور خاصیتیں غائب ہو جاتی ہیں البتہ دل کی دھڑکن اور سانس کی آمد و رفت باقی رہتی ہے جس سے اس کے زندہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

بے ہوشی سے بھی آگے ایک اور کیفیت بعض لوگوں پر شدید بیماری کے عالم میں طاری ہوتی ہے جسے عرف عام میں "سکتہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے اس حالت میں زندگی کی تمام ظاہری علامات ختم ہو جاتی ہیں اور صرف عام آدمی ہی نہیں ڈاکٹر کو بھی بظاہر زندگی کی کوئی رمق معلوم نہیں ہوتی دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے سانس رک جاتا ہے بلڈ پریشر غائب ہو جاتا ہے جسم کی حرارت تقریباً ختم ہو جاتی ہے لیکن دماغ کے کسی مٹھی گوبھے میں زندگی کی کوئی برقی رو باقی ہوتی ہے یہی نہ حالت ہے جس میں

ڈاکٹر صاحبان آخری چارہ کار کے طور پر مہنٹس یا اول کی وسٹرن کن کو بحال کرنے کے لئے کچھ مصنوعی طریقے آزما تے ہیں۔ بعض افراد پر یہ طریقے کامیاب ہو جاتے ہیں اور مریض اس عمل کے بعد معمول کی زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے اور اس کے واپس آجانے ہی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ ابھی تک مر نہیں تھا اور اس کی روح بالکھپے جسم سے جدا نہیں ہوئی تھی یہ زندگی کا کمزور ترین درجہ ہے جس میں روح کا تعلق انسان کے جسم کے ساتھ بہت معمولی سا رہ جاتا ہے پھر روح کا تعلق جسم سے جتنا کمزور ہوتا ہے اتنی ہی وہ جسم کے قید سے آزاد ہوتی ہے، قید کی حالت میں یہ آزادی کم ہے، بے ہوشی کی حالت میں اس سے زیادہ اور سکتے کی حالت میں اس سے بھی زیادہ، لہذا سکتے کی یہ حالت جس میں روح کا تعلق جسم کے ساتھ بہت معمولی رہ جاتا ہے اور وہ جسم کی قید سے کافی حد تک آزاد ہو چکی ہوتی ہے، اس حالت میں اگر کسی انسان کا اور اک اپنی روح کے سفر میں شریک ہو جائے اور اسے مادی زندگی کے اس پار دوسرے عالم کی کوئی جھلک نظر آجائے تو کچھ بعید از قیاس نہیں اور تاریخ میں ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں اس قسم کے لوگ نے عالم بالا کے کچھ مناظر کا مشاہدہ کیا جن لوگوں کے بیانات میں نے پیچھے ڈاکٹر سوڈی کے حوالے سے نقل کئے ہیں اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ جھوٹ اور دھوکے عمل دخل سے خالی ہیں تو ان کے یہ مشاہدات بھی اسی نوعیت کے

ہو سکتے ہیں لیکن ان کے بارے میں چند باتیں ذہن نشین رکھنی ضروری ہیں۔

(۱) جن لوگوں کو یہ مناظر نظر آئے، انہیں ابھی موت نہیں آئی تھی، لہذا جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ دوسرے جہاں کی جھلکیاں تو ہو سکتی ہیں لیکن مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات نہیں۔

(۲) جس حالت میں ان لوگوں نے یہ مناظر دیکھے، وہ زندگی ہی کی ایک حالت تھی اور کم از کم دماغ کے مخفی گوشوں میں ابھی زندگی باقی تھی لہذا ان نظاروں میں دماغ کے تصرف کا امکان بعید از قیاس نہیں۔

(۳) جن لوگوں نے اپنے یہ مشاہدات بیان کئے وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ ان مشاہدات کی تفصیل وہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتے، پھر بھی انہوں نے یہ کیفیات بیان کرنے کے لئے محدود لفظوں ہی کا سہارا لیا، چنانچہ یہ بات اب بھی مشکوک ہے کہ وہ الفاظ کے ذریعے ان کیفیات کو بیان کرنے میں کس حد تک کامیاب رہے؟ نیز انہیں کوئی بات کتنی صحت کے ساتھ یاد رہی۔ ان وجوہ سے ان مشاہدات کی تمام تفصیلات پر تو بھر دسا نہیں کیا جاسکتا، نہ انہیں بلکہ موت کے بارے میں کسی عقیدے کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے، بلکہ موت کے جتنے حقائق ہمیں معلوم ہونے ضروری ہیں وہ وحی الہی کے بے غبار راستے سے آنحضرت ﷺ نے ہمیں پہنچا دیئے ہیں اور وہ اپنی

تصدیق کے لئے اس قسم کے بیانات کے محتاج نہیں، لیکن ان مشاہدات کی بعض باتوں کی تائید قرآن و سنت کے بیان کردہ حقائق سے ضرور ہوتی ہے مثلاً ان تمام بیانات کی یہ قدر مشترک قرآن و سنت سے کسی شک و شبہ کے بغیر ثابت ہے کہ زندگی صرف اس دنیا کی حد تک محدود نہیں جو ہمیں اپنے گرد و پیش میں پھیلی نظر آتی ہے بلکہ دنیا کے اس پار ایک عالم اور ہے جس کی کیفیات کا ٹھیک اور اک ہم مادی کائناتوں کی قید میں رہتے ہوئے نہیں کر سکتے، وہاں پیش آنے والے واقعات زمان و مکان کے ان معروف پیمانوں سے بالاتر ہیں جن کے ہم دنیوی زندگی میں عادی ہو چکے ہیں، یہاں ہم یہ تصور نہیں کر سکتے کہ ایک کام جسے انجام دینے کے لئے سالہا سال درکار ہوتے ہیں وہ ایک لمحہ میں کیسے انجام پاسکتا ہے، لیکن وہاں پیش آنے والے واقعات وقت کی اس کی قید سے آزاد ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے ”تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک دن تمہاری گفتی کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہے“ (سورۃ الحج - ۷۷) یہ عالم کیا ہے؟ اس کے تقاضے کیا ہیں؟ اور اس تک پہنچنے کے لئے کس قسم کی تیاری ضروری ہے؟ یہی باتیں بتانے کے لئے انبیاء تشریف لاتے ہیں کیونکہ یہ باتیں ہم صرف اپنے حواس اور اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتے، آخری دور میں یہ باتیں ہمیں حضور نبی کریم ﷺ نے ”اسلامی شریعت“ کے ذریعے بتادی ہیں اور جسے اس عالم کے لئے

ٹھیک ٹھیک تیاری کرنی ہو، وہ اس شریعت کو سیکھ لے، اس پر اس عالم کے  
 حقائق بھی واضح ہو جائیں گے اور وہاں تک پہنچنے کا صحیح طریقہ بھی آجائے گا۔

﴿ختم شدہ﴾

## الاستیقا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ روزنامہ  
 جنگ کراچی مورخہ 28-1-98 بروز بدھ کالم 'نا قابل فراموش' میں ڈاکٹر  
 سید امجد علی صاحب نے اپنا ایک واقعہ تحریر کیا ہے کہ ان پر دل کا دورہ  
 23-3-1984 کو پڑا وہ اس دورے کی طویل تفصیل تحریر فرماتے ہیں اور اس  
 تفصیل میں تحریر فرمایا کہ میں 20 منٹ تک مردہ رہا اور اس کے بعد مجھے  
 مردہ قرار دے دیا گیا۔ مرنے سے پہلے میں نے نور کا بنا ہوا ایک فرد اپنے  
 قریب آتے ہوئے دیکھا تھا۔ جس کے جسم سے چھوٹے ہی میرے اپنے

جسم کا ست نہایت تیزی کے ساتھ پاؤں کی طرف سے شروع ہو کر سر کی طرف سے نکل گیا اور میں مکمل روشنی کا ایک ہلکا پھلکا سا فرد بن گیا، میں اس نور کے آدمی کی رفاقت میں پر سکون تھا۔ میں نے تمام وارڈ اور پھر شدید نگہداشت کے کمرے کا جائزہ لیا اور ایک کونے میں کھڑا ہو گیا یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں ہوا، میں روشنی کے آدمی کے ساتھ ساتھ اپنے جسم کے قریب ہی رہا اور دیکھا کہ میرے جسم کے ساتھ کیا ہو رہا ہے میرے دائیں جانب نور کا ایک سرخ ہالہ آنا فانا میں بن چکا تھا۔ میں پر سکون حالت میں سرنگ کے اس ہالہ کی روشنیوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا جیسے میں اپنے آپ کو ایک اور دنیا کا فرد محسوس کرنے لگا تھا اپنے جسم سے کئے جانے والے طبی عمل سے لا تعلق تھا، اسپتال کے مختلف حصوں سے توانائی کی لہریں اوپر جا رہی تھیں مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ لوگوں کی دعائیں ہیں جب مجھے ٹیبل پیسٹی سے پیغام ملا کہ تمہیں واپس جانا ہے تو مجھے اچھا نہیں لگا مگر اس کے علاوہ کوئی چاراکار نہیں تھا۔ میں ہوا میں تیرتا ہوا اپنے خالی جسم میں حلول کر گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ ماضی میں بھی وزن کو اٹھائے ہوئے پھر تار ہوں اور آئندہ بھی وقت مہین تک اس بوجھ کو گھسٹنا ہے پھر جب میری آنکھ کھلی تو میں دنیا میں واپس لوٹا یا جا چکا تھا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں۔



- (۱) کیا کوئی شخص 20 منٹ مردہ رہنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے۔
- (۲) کیا یہ ممکن ہے کہ مرنے والا کسی نورانی شخص کے ساتھ محووم سکتا ہے۔
- (۳) کیا کسی مرنے والے کی روح جو کچھ وہاں ہو رہا ہے وہ سب کچھ دیکھتی ہے۔

سائل..... حافظ نور محمد

## الجواب حامداً ومصلياً

مذکورہ شخص نے جن مناظر و واقعات کا مشاہدہ کیا ہے وہ موت کے بعد پیش آنے والے واقعات نہیں ہیں، کیونکہ اگر موت آگئی ہوتی تو یہ دوبارہ دنیا میں واپس نہ آتے، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سکتے کی حالت میں از خود فکلی کے عالم میں موت کے نزدیک پہنچ کر اس جہاں کی کچھ جھلکیاں نظر آئیں۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ زندگی نام ہے جسم کے ساتھ روح کے قوی تعلق کا، جسم کے ساتھ روح کا تعلق جتنا مضبوط ہوگا زندگی

کے آثار سمجھنے ہی زیادہ واضح اور نمایا ہوں گے اور یہ تعلق جتنا کمزور ہوتا جائے گا زندگی کے آثار سمجھنے ہی کم ہوتے جائیں گے۔

بیداری کی حالت میں جسم اور روح کا یہ تعلق نہایت مضبوط ہوتا ہے اس لئے اس حالت میں زندگی اپنی بھرپور علامات اور مکمل خواص کے ساتھ موجود ہوتی ہے، اس حالت میں انسان کے تمام حواس کام کر رہے ہوتے ہیں، اس کے تمام اعضاء اپنے اپنے عمل کے لئے چوکس اور تیار ہوتے ہیں، انسان اپنے اختیار کو پوری طرح استعمال کرتا ہے اور اس کے سوچنے اور سمجھنے پر کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہوتی، لیکن نیند کی حالت میں جسم کے ساتھ روح کا تعلق قدرے کمزور پڑ جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سونے کی حالت میں زندگی کی تمام علامتوں کا ظہور نہیں ہوتا وہ اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو جاتا ہے نیند کی حالت میں وہ اپنے اختیار سے اپنے اعضاء کو استعمال نہیں کر سکتا، اس وقت معمول کے مطابق سوچنے سمجھنے کی پوزیشن میں ہوتا ہے لیکن اس حالت میں بھی روح کا تعلق جسم کے ساتھ اتنا مضبوط ضرور ہوتا ہے کہ اس کے جسم وارد ہونے والے واقعات کا احساس باقی رہتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص اس کے جس میں سوئی چھو دے تو اس کی تکلیف محسوس کر کے وہ بیدار ہو جاتا ہے۔

نیند سے بھی آگے ایک اور کیفیت ہے ہوشی کی ہے اس کیفیت

میں جسم کے ساتھ روح کا رشتہ نیند کی حالت سے بھی زیادہ کمزور ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکمل بے ہوشی کی حالت میں انسان کے جسم پر نشتر بھی چلائے جائیں تو اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا اور بے ہوشی کی اس صفت سے فائدہ اٹھا کر اس حالت کو بڑے بڑے آپریشنوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس حالت میں انسان کے جسم سے زندگی کی بیشتر علامات اور خاصیتیں غائب ہو جاتی ہیں البتہ دل کی دھڑکن اور سانس کی آمد و رفت باقی رہتی ہے جس سے اس کے زندہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

بے ہوشی سے بھی آگے ایک اور کیفیت بعض لوگوں پر شدید بیماری کے عالم میں طاری ہوتی ہے جسے عرف عام میں کما سے تعبیر کیا جاتا ہے اس حالت میں زندگی کی تمام ظاہری علامات ختم ہو جاتی ہیں اور صرف عام آدمی ہی نہیں ڈاکٹر کو بھی بظاہر زندگی کی کوئی روش معلوم نہیں ہوتی۔ دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے، سانس رک جاتا ہے، بلڈ پریشر غائب ہو جاتا ہے، جسم کی حرارت تقریباً ختم ہو جاتی ہے، لیکن دماغ کے کسی مخفی گوشے میں زندگی کی کوئی برقی رو باقی ہوتی ہے یہی وہ حالات ہیں جس میں ڈاکٹر صاحبان آخری چارہ کار کے طور پر شخص یا دل کی دھڑکن کو بحال کرنے کے لئے کچھ مصنوعی طریقے آزما تے ہیں بعض افراد پر یہ طریقے کامیاب ہو جاتے ہیں اور مریض اس عمل کے بعد معمول کی زندگی کی طرف لوٹ

آتا ہے اور اس کے واپس آجانے ہی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ابھی تک مرا نہیں تھا اور اس کی روح بالکل جسم سے جدا نہیں ہوتی۔ یہ زندگی کا کمزور ترین درجہ ہے جس میں روح کا تعلق انسان کے جسم کے ساتھ بہت معمولی سا رہ جاتا ہے پھر روح کا تعلق جسم سے جتنا کمزور ہوتا جاتا ہے اتنی ہی وہ جسم کے قید سے آزاد ہوتی ہے۔ "تیند کی حالت میں یہ آزادی کم ہے" بے ہوشی کی حالت میں اس سے زیادہ اور سکتے کی حالت میں اس سے بھی زیادہ لگتا سکتے کی یہ حالت جس میں روح کا تعلق جسم کے ساتھ بہت معمولی رہ جاتا ہے اور جسم کی قید سے کافی حد تک آزاد ہو چکی ہوتی ہے۔ اس حالت میں اگر کسی انسان کا اور اک اپنی روح کے سفر میں شریک ہو جائے اور اس مادی زندگی کے اس پار دوسرے عالم کی کوئی جھلک نظر آجائے تو کچھ بعید از قیاس نہیں اور تاریخ میں ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں اس قسم کے لوگوں نے عالم بالا کے کچھ مناظر کا مشاہدہ کیا لیکن اس بارے میں چہ باتیں ذہن نشین رکھنی ضروری ہیں۔

(1) مذکورہ شخص نے اور لن کے علاوہ جن لوگوں کو یہ مناظر نظر آئے انہیں ابھی تک موت نہیں آئی تھی لہذا جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ دوسرے جہاں کی جھلکیاں تو ہو سکتی ہیں، لیکن مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات

(2) جس حالت میں ان لوگوں نے یہ مناظر دیکھے وہ زندگی ہی کی ایک حالت اور کم از کم دماغ کے فحشی گوشوں میں ابھی زندگی باقی تھی، لہذا ان نظاروں میں دماغ کے تصرف کا امکان بعید از قیاس نہیں۔  
 (ماخوذ از "ذکر و فکر" شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم مضمون "دنیا کے اس پار")

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

محمد یعقوب عفا اللہ عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۳

۱۳۱۹/۵/۲۳ھ

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف عفا اللہ عنہ

۱۳۱۹/۵/۲۳ھ